

مستقبل کی تعلیمی حکمت عملی: کیا اور کیسے؟

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد[°]

قیام پاکستان کے ۷۰ سال ایک اہم سنگ میل ہیں۔ جہاں ایک لمحے کے لیے رُک کر یہ سوچنا کہ کیا ہو یا، کیا پایا؟ قوموں کی زندگی میں ایک فطری اور عقلی مطالبہ ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ حاسِبُوا انفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحْسَبُوا [ابنا احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے] لیکن احتساب نفس کا یہ عمل اس شعور کے ساتھ ہونا چاہیے کہ نشان منزل تک پہنچنے کے لیے کتنی قوت، صلاحیت اور کوشش کی ضرورت ہے، تاکہ یہ احتسابی عمل امید، یقین اور حرکت میں اضافے کا باعث ہو۔ کفِ افسوس ملتے رہنا زندہ قوموں کی صفت نہیں۔ اسی طرح ایک فرد کی ۷۰ سالہ عمر کو ایک قوم کی عمر پر قیاس کرنا بھی تاریخ کا صحیح مطالعہ نہیں کہا جاسکتا۔ ۷۰ رمضان المبارک ۱۹۷۳ء کو آزادی کا سانس لینے والی اس پہلی اسلامی نظریاتی مملکت کے قیام سے بہت پہلے قائد اعظم محمد علی جناح نے مملکت کے مقصد وجود کو ۱۲ جون ۱۹۷۵ء کو سرحد مسلم استوڈنس ایسوی ایشن کے نام اپنے پیغام میں واضح الفاظ میں یوں کہا تھا:

Pakistan not only means freedom and independence but the Muslim Ideology which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure and which, we hope others will share with us (S.M. Zaman, Quaid-e-Azam and Education, National Institute of Historical and Cultural Research, Islamabad , 1995, p384).

۵ وانس چانسلر، رفاه انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

پاکستان کا مطلب نہ صرف آزادی اور خود اختاری ہے، بلکہ "مسلم نظریہ بھی ہے، جسے ہمیں محفوظ رکھنا ہے، جو ایک بیش قیمت تھے اور سرمایہ کے طور پر ہم تک پہنچا ہے، اور ہم امید کرتے ہیں اور لوگ بھی اس میں ہمارے ساتھ ہیں۔"

اسی پیغام اور عزم کی توثیق قائد نے پاکستان میں ہونے والی پہلی تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۷ نومبر تا ۱۰ دسمبر ۱۹۷۲ء، کراچی کے نام اپنے پیغام میں ان الفاظ میں فرمائی:

In short, we have to build up the character of our future generations which means highest sense of honour, integrity, selfless service to the nation, and sense of responsibility, and we have to see that they are fully qualified or equipped to play their part in the various branches of economic life in a manner which will do honour to Pakistan.

الغرض ہمیں اپنی آنے والی نسلوں کے کردار کی تعمیر کرنی ہو گی، جس کا مطلب ہے کہ ان میں وقار، راست بازی اور قوم کی بے لوث خدمت کا بے پناہ جذبہ اور احساسِ ذمہ داری پیدا کر دیا جائے، اور اس بات کا بھی خیال رکھنا ہو گا کہ ان میں معاشی زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی الہیت اور صلاحیت بدرجہ آخر موجود ہو، اور وہ اس طرح کام کریں جو پاکستان کے لیے یہی نامی کا باعث بن جائے۔ (کتاب مذکورہ بالا، ص ۲۲۲)

تعلیمی پالیسی پر قائد کی اتنی واضح ہدایات کے بعد مستقبل کا سفر بہت آسان ہو جاتا ہے: ● اول: ہمارے تعلیمی نظام کو اسلامی تہذیبی اور ثقافتی و روشیاً اسلام کے نظام حیات ہونے کے بنیادی تصور کو علم کے ہر شعبے میں اختیار کرنا ہو گا۔ اسلام کو اسلامیات کے مضمون تک قید نہیں کیا جائے گا بلکہ معاشرتی اور طبیعیاتی علوم میں بے الفاظ دیگر ہر شعبہ علم میں اسلام کے تصور علم (وہی الہی اور سنت کی مرکزیت) کی روشنی میں اسلامی اقدار کو مکمل طور پر سموکریاً integrate کر کے نصاب، درسی کتب اور طریق تدریس میں اختیار کرنا ہو گا۔ یہ کام ۲۰ سال گزرنے کے باوجود انعام نہیں دیا جاسکا۔ جہاں ہمارے لیے ضروری ہے کہ تعلیم کو عام کریں اور ہر فرد کو بلا امتیاز علم و تحقیق اور صلاحیت کا رکے زیور سے آراستہ کریں، اور ہر شعبہ علم میں قائدانہ حیثیت حاصل کریں، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ تعلیم کے

اخلاقی اور نظریاتی پہلو کو منظر رکھیں، نیز تعلیم کے ساتھ تربیت اور کردار سازی کو مسامدی اہمیت دیں۔ یہ ہماری اوقیانوسی قومی ضرورت اور خود قائد اعظم کے تصور علم اور تصور پاکستان کا بھی مطالبہ ہے۔

• دوم: اپنے پیغام میں قائد نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ اسلامی نظریہ حیات (Muslim Ideology) کو معاشرتی ترقی میں مکمل طور پر ظاہر ہونا چاہیے۔ آئینہ یا لوگی کی اصطلاح خود استعمال کر کے قائد نے ان تمام مکانہ گمراہیوں کا خاتمہ کر دیا جو تعلیم کو اقدار سے بے نیاز (Value Free) اور معاشرت کو محض ایک مادی سرگرمی سمجھنے کی شکل میں ہو سکتی ہیں۔ قائد کے دونوں پیغامات، ایک قیامِ مملکت سے قبل اور ایک اس کے فوری بعد سے قائد کی فکری ہم آہنگی اور مقصد کے واضح شعور کا پتا چلتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی عقل، اور مشاہدہ اور تاریخی حقائق کو نظر انداز کرے تو وہ قائد اور اپنے اپنے پر ظلم کرتا ہے۔

• سوم: تعلیمی پالیسی میں آزادی اور خود انحصاری کو بنیادی اہمیت ہونی چاہیے۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ نہ تولارڈ میکالے کی غلامانہ سامراجیت کو مستلزم کرے اور نہ آج کی جدید مغربی درس گاہوں میں موجودہ نظام اور ذخیرہ علم کو حق اور صداقت سمجھتے ہوئے اس کی غلام ہو۔ ہم اس وقت بلکہ ۷۰ سال سے دوسروں کے علم کے صارف (Consumer) رہے ہیں۔ ہم نے اپنی اقدار اور نظام حیات پر مبنی علم کے پیدا کرنے کو جو ایک اجتہادی عمل ہے، جان بوجہ کر پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پاکستان میں آج بھی ایسے اہل علم موجود ہیں جو منصوب اور کتب کی تشکیل قائد کے تصور کی بنیاد پر کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اب تک جو مطالبوں کی سیاست اختیار کی گئی، اس کی جگہ آگے بڑھ کر اس تعلیمی مواد اور ان تعلیمی سفارشات کو یک جا کر کے پھیلانے کی ضرورت ہے، جو آخر کار عوامی اور معاشرتی دباؤ کی شکل میں قانون سازی کرنے والے افراد کو اپنی فکر تبدیل کرنے پر مجبور کر سکے۔ یہ ایک تعمیری عمل ہے اور تحریک اسلامی اور درود رکھنے والے اصحاب علم و عمل اس میں قیادت کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تعلیمی حکمت عملی اور تعلیم سے وابستہ شعبوں میں تحقیق پر مبنی مواد کی فراہمی تحریک کی اوقیانوسی میں سرپرست ہونی چاہیے۔ یہ طویل المیعاد لیکن یقینی تبدیلی کی طرف ایک ثابت اقدام ہوگا۔ اس میں اور عمومی سیاسی جدوجہد میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔

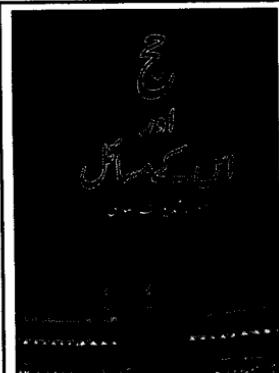
• چہارم: ملک گیر پیانے پر اہل علم کو چاہے وہ کتنے ہی نظریاتی اختلاف رکھتے ہوں، اس

مستقبل کی تعلیمی حکمت عملی

بات پر دعوت فکر دینے کی ضرورت ہے کہ اگر کوئی یا، چین، روس، جرمنی، فرانس، اپنی قومی زبان میں تعلیم و تحقیق کر سکتے ہیں تو ہم اپنی قومی زبان میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ زبان کسی خطے کے افراد کی مقامی بولی کا نام نہیں ہے، یہ اقداریات، تصور زمان و مکان، قومی تشخیص اور قومی ورثے کی امین ہوتی ہے۔ یہ افراد میں خود اعتمادی اور مستقبل کی تعمیر میں اینٹ اور گارے کا کام کرتی ہے۔ یہ ملک کی یک جبکہ کا ذریعہ اور صوبائیت اور قبائلی عصیت کو ختم کرتی ہے۔ یہ امت مسلمہ کو جدید واحد میں جوڑ دیتی ہے۔ اس لیے تعلیمی حکمت عملی میں اس کی بنیادی اہمیت ہوئی چاہیے۔ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی جو نوجوان نسل آج موبائل فون کے ذریعے اردو رسم الخط کی جگہ رومی میں پیغامات بھیجنے کی عادی ہوتی جا رہی ہے، اس نسل اور اس کے بعد کی نسل کے لیے غالب، شبلی، حالی، اقبال اور مددودی ہی نہیں اردو کا تمام ادبی سرمایہ ناقابل فہم بن جائے گا اور اسے محض میوزیم کی زینت بنادیا جائے گا۔ جن قوموں کا ماضی نہیں ہوتا ان کا کوئی مستقبل بھی نہیں ہوتا۔ زبان مستقبل کی تعمیر و بقا کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

اس تحریر کا حاصل یہ ہے کہ تعلیمی پالیسی کو ہمارے ملک کے دستور کی نہ صرف شق ۲-A بلکہ آرٹیکل نمبر اور ۲ (جس میں ریاست کے مذہب کو متعین کر دیا گیا ہے کہ یہ صرف اسلام ہو گا)، باب دوم میں ان انسانی حقوق کا ذکر جو اسلام دیتا ہے، آرٹیکل ۲۹ تا ۲۰ میں ریاست کے رہنماء اصولوں کی شکل میں جو واضح ہدایات ہیں، ان سب کا مکمل اظہار تعلیمی پالیسی میں ہونا ایک دستوری تقاضا ہے۔ اس کے خلاف پالیسی بنانا دستور پاکستان کی خلاف ورزی ہے۔ دستور کے آرٹیکل ۲۲ اور ۲۳ میں جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے، انھیں کون پیدا کرے گا؟ اگر تعلیم اس کا ذریعہ نہیں ہوگی اور قائد کے قول، یعنی تعمیر کروز پر عمل نہیں کیا جائے گا تو کیا سوال بعد بھی آرٹیکل ۲۲ اور ۲۳ پر عمل ہو سکتا ہے؟ مختصر یہ کہ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان اور قائد اعظم دونوں کی واضح ہدایات کو تعلیمی پالیسی کی بنیاد بنا لیا جائے، تو ہمارے ہاں کے وہ تصادمات جو بیک وقت تین یا چار قسم کے انسان پیدا کر رہے ہیں، ان کی جگہ یہاں نظام تعلیم ملکی وحدت، اسلامی تشخیص، پاکستانی ثقافت اور ایک باہمیت، غیور، آزاد؛ ہن رکھنے والی، خود انحصاری پر عمل پیرا نوجوان نسل پیدا کرے گا جو وہ کام کر سکتی ہے، جس کو ۷۰ سال اس کے بزرگوں نے نظر انداز کیا۔

حج اور قربانی کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ کیجیے



حج اور اس کے مسائل

مولانا محمد یوسف اصلانی

صفحات:- 168 قیمت:- 160 روپے



حج کیا ہے

فریض حج کی حقیقت و روح کی وضاحت قرآن پاک کی صریح تعلیمات اور صحیح و متندا حدیث کی روشنی میں



مسئلہ قربانی

قربانی کا مسئلہ شرعی اور عقلی نقطہ نظر سے



قرآن و حدیث کی مسند اور عقلی دلائل سے قربانی کی شرعی حیثیت پر مولانا کی بہترین تحریر



حج کا مقدس سفر۔ الفاظ کی مالا میں

اسلامکتب میلک یحییش ریڈیمینڈ

ویگرا اسلامی کتب کے لیے رابطہ کریں: